

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ

كَمْ تَحْقِيقُ



تصنيف لطيف
حضور فيض ملت مفسر اعظم باكستان
حضرت علامه الحافظ ابو الصالح مفتي

محمد فيض احمد اويسى رضوى



Uwaysi Books
Uwaysi Library

www.fazhamedowaisi.com

پیش لفظ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ

أما بعد! حضرت مولانا نور بخش ٹوکلے رحمہ اللہ نے لکھا کہ

ابن تیمیہ نے کھلے الفاظ (واضح الفاظ) میں فتویٰ دے دیا کہ حضور سید المرسلین ﷺ کے روضہ شریف کی زیارت کے قصد (ارادہ، نیت) سے سفر کرنا معصیت (گناہ) ہے، جس میں نماز قصر (مختصر نماز) نہ کرنی چاہیے۔ بن بریں زائرین (اسی وجہ سے حاضرین) کے علاوہ فرشتے بھی جو ہر روز صبح و شام آسمان سے اتر کر روضہ شریف پر حاضر ہوتے، اور درود شریف (سلوات، سلام) پڑھتے ہیں، اس معصیت میں مبتلا ہیں۔ یہ حضور رسول اکرم ﷺ کی جانب میں کمال درجے کی گستاخی (بدتمیزی، بے ادبی) ہے۔^(۱) (سیرت رسول ﷺ)

فائدہ: یہ مولانا ٹوکلے رحمہ اللہ کی وہ تصنیف (کتاب) ہے جس پر انہیں حضور سرور عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ فلذا یہ کتاب گویا رسول اکرم ﷺ کی منظور شدہ (قبول فرمائی ہوئی) ہے۔ ابن تیمیہ کی گستاخیوں میں سے یہی زبردست بے ادبی اور گستاخی ہے۔ تبھی تو اس دور کے اہل سنت علماء کرام نے اسے بہت سمجھایا، جب نہ مانا تو (جیل میں) قید کر دیا گیا، اور اسی قید میں رہتے ہوئے موت آئی۔

تفصیل کے لیے دیکھئے فقیر کی تصنیف: "ابن تیمیہ اور علمائے ملت"۔ ابن تیمیہ نے اپنے گندے اور غلط عقیدہ کا استدلال اس حدیث: "لَا تُشَدُّوا

الرِّحَالُ"^(۲) سے کیا۔ اس کے رد میں سینکڑوں تصانیف عربی، اردو و دیگر درجنوں زبانوں میں معرض وجود میں آئیں (منظر عام پر آئیں)۔

ان کے ساتھ فقیر کا یہ رسالہ بھی ہے، جسے فقیر آخرت کا گوشہ (ذخیرہ) سمجھ کر معرض تحریر میں لایا ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ الْكَرِيمِ،

فَقَطُّ، وَالسَّلَامُ

۱۱، ربیع الآخر ۱۴۲۳ ھ

ابن تیمیہ کی خیانت کی اجمالی تردید

"لَا تُشَدُّوا الرِّحَالُ" حدیث صحیح ہے، لیکن ابن تیمیہ نے متعدد دخیانتوں کا ارتکاب کیا ہے۔

(۱) (سیرت رسول عربی از مولانا نور بخش ٹوکلے رحمہ اللہ، حدیث لا تشددوا الریحال کی بحث، ص 700، مکتبۃ المدینہ فیضانِ مدینہ باب المدینہ کراچی)

(۲) قَالَ لَا تُشَدُّوا الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ ﷺ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى

(صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، باب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، 1/398، الحديث: 1132، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414 هـ / 1993 م)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تُشَدُّوا الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِي هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره، 2/976، الحديث: 2383-827، دار إحياء الكتب العربية)

۱۔ اس حدیث شریف میں صرف تین (۳) مسجدوں کی طرف سفر کا حکم ہے۔ ان کے علاوہ دیگر کسی بھی مسجد کی طرف سفر ناجائز ہے، وہ بھی اس نیت (ارادہ، قصد) سے کہ وہاں اس طرح ثواب ہو گا جیسے ان تینوں مساجد کا (ثواب) ہے، لیکن ابن تیمیہ نے حد سے تجاوز (حد سے بڑھ) کر کے فتویٰ دیا کہ رسول اکرم ﷺ کے روضہ شریف و مزار پر انور و دیگر انبیاء و اولیاء کے مزارات کی طرف سفر کرنا حرام ہے۔ (معاذ اللہ)

۲۔ صرف تینوں مسجدوں کا سفر جائز رکھنا، ان کے علاوہ کی نفی (انکار، منع) کرنا ممکن ہی نہیں، مثلاً: سفر حج (حج کا سفر)، تحصیل علم (علم حاصل کرنے)، تجارتی امور (کاروباری کام)، زیارات والدین و اعزہ و اقارب (والدین، رشتہ داروں کی زیارت)، اور بزرگان اسلام کا سفر؛ سفر جہاد؛ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ (الانعام: ۱۱) (زمین میں سفر کرو) قرآنی حکم پر عمل کرتے ہوئے سیر و سیاحت کرنا؛ سفر ہجرت (ہجرت کا سفر) وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ تین (۳) مساجد حصر حقیقی (اصلی محدودیت) نہیں، اس لیے کہ مسجد قبا شریف کا ثواب کی زیادتی (زیادہ اجر) کے ارادہ پر سفر کرنا سنت ہے۔ ترمذی میں مروی (روایت کیا گیا) ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسجد قبا میں نماز ادا کرنا عمرہ کی مانند (طرح) ہے، اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ ہر ہفتہ کو قبا تشریف لے جاتے، کبھی سوار، کبھی پیدل۔ اس مقام کی بزرگی (اہمیت، عظمت) میں اور بھی احادیث ہیں جو فقیر نے "فضائل مدینہ شریف" میں درج کی ہیں۔

۴۔ نبی پاک ﷺ کی صحیح حدیث شریف کے صحیح مفہوم (صحیح معنی، درست مفہوم) سے ہٹ کر اپنا عنذیہ (نظریہ) دین میں داخل کرنا تحریف (دین میں تبدیلی) ہے، جس کا ابن تیمیہ نے ارتکاب کیا، جس کی سزا اسے دنیا میں ملی اور آخرت کا عذاب یقینی ہے، اور مواخذہ اس سے ہو گا (یعنی اس کی پکڑ ہو گی)، اور سخت ہو گا (یعنی سخت پکڑ ہو گی)۔ تفصیلی رد، فقیر شارحین حدیث اور مفسرین عظام اور محدثین کرام کی تصریحات (بیانات، تشریحات) سے شروع کرتا ہے۔

شارحین حدیث اور ائمہ اسلام کے اقوال

بجائے اس کے کہ فقیر اپنی طرف سے حدیث شریف کا مطلب بیان کرے، ائمہ دین و شارحین حدیث کے اقوال عرض کرتا ہے۔

۱۔ علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی، شفاء قاضی عیاض کی شرح میں لکھتے ہیں:

والصحيح أنه مؤول، أي لا تشد الرحال لنذر العبادة إلا فيها، ولذا قالوا: لو نذر الصلاة في غيرها لم تلزمه، فلا يكره شد

الرحل لبعض الأماكن المتبرك بها، أو لزيارة من فيها من الصالحين، أو لطلب العلم، بل قد يكون هذا واجبا عليه^(۳)

(نسیم الریاض، جلد ۳، صفحہ ۵۸۰)

ترجمہ: اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مؤول (تاویل شدہ) ہے، یعنی نذر عبادت کے لیے ان تینوں مساجد کے سوا کسی اور کی طرف کجاوے (سفر) نہ باندھے جائیں۔ اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے سوا کسی اور مسجد میں نماز کی نذر کرے، تو اسے لازم (ضروری) نہیں، ہاں بعض متبرک مکانوں کے لیے یا وہاں کے صالحین (نیک لوگ) کی زیارت کے لیے یا طلب علم (علم حاصل کرنے) کے لیے سفر مکروہ (ناپسندیدہ) نہیں، بلکہ بعض وقت سفر واجب (ضروری) ہوتا ہے۔

۲۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ، رد المختار، جلد ۱، صفحہ ۶۶۴ میں کہتے ہیں:

ورده الغزالي بوضوح الفرق ، فإن ما عدا تلك المساجد الثلاثة مستوية في الفضل ، فلا فائدة في الرحلة إليها وأما

الأولياء فإنهم متفاوتون في القرب من الله تعالى ، ونفع الزائرين بحسب معارفهم وأسرارهم قال ابن حجر في فتاويه :

ولا تترك لما يحصل عندها من منكرات ومفاسد كاختلاط الرجال بالنساء وغير ذلك لأن القربات لا تترك لمثل

ذلك ، بل على الإنسان فعلها وإنكار البدع ، بل وإزالتها إن أمكن . اهـ⁽⁴⁾

ترجمہ: اور مانعین (روکنے والوں) کے منع (روکنے) کو امام غزالی رحمہ اللہ نے رد کیا ہے اور فرمایا کہ فرق ظاہر ہے کیونکہ ان تین (۳) مسجدوں کے علاوہ دیگر مسجد میں فضیلت یکساں (برابر) نہیں۔ پس ان کی طرف سفر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ رہے اولیائے کرام، وہ قُربِ الہی (اللہ کے نزدیک ہونے) اور زائرین (زیارت کرنے والوں) کو فائدہ پہنچانے میں بحسبِ معارف و آسرار (علماء و اولیاء کے مطابق) متفاوت (مختلف) ہیں۔ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں کہا کہ مزارات کو اس لیے ترک نہ کیا جائے کہ وہاں منکرات (ناپسند اعمال) و مفاسد (فساد) وقوع میں آتے (واقع ہوتے) ہیں، مثلاً مرد و عورت کا اختلاط (ملاپ) وغیرہ، کیونکہ ایسی خرافات (بے بنیاد چیزوں) کو بجانہ لائے اور بدعت (نئی ایجاد جو خلاف شرع ہو) کو بُرا جانے، بلکہ اگر ممکن ہو تو بدعات کو مٹائے اور بند کرائے۔

۳۔ امام نووی کی شرح مسلم میں ہے کہ ابو محمد نے فرمایا کہ ان تینوں مساجد کے علاوہ سفر کرنا حرام (منوع) ہے۔ مگر یہ محض غلط ہے۔⁽⁵⁾ احياء العلوم میں ہے کہ بعض علماء مُتَبَرِّک (ابرکت) مقامات اور قُبُورِ علماء کی زیارت (دیدار، حاضری) کے لیے سفر کرنے کو منع کرتے ہیں۔ جو مجھ کو تحقیق ہوئی، وہ یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ زیارتِ قُبُور (مقدس قُبُور کی زیارت) کا حکم ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے کہ **أَلَا فَرُّوْهَُا** (ان کی زیارت) ان تین (۳) مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا گیا کہ تمام مساجد یکساں (برابر) نہیں بلکہ مقاماتِ مُتَبَرِّک (مقدس مقامات) برابر نہیں بلکہ ان کی برکات بقدر درجات (مقام کے لحاظ سے) ہیں۔ کیا یہ مانع (روکنے والا) انبیائے کرام علیہم السلام کی قُبُور کے سفر سے بھی منع کرے گا جیسے کہ حضرت ابراہیم و موسیٰ و یحییٰ علیہم السلام؟ اس سے منع کرنا تو سخت (مشکل، دشوار) ہے، اور اولیاء اللہ بھی انبیاء کے حکم میں ہیں۔ پس کیا بعید ہے کہ ان کی طرف سفر کرنے میں بھی کوئی خاص غرض (مقصد، نیت) ہو، جیسا کہ علماء کی زندگی میں اُن کی زیارت کرنا۔⁽⁶⁾

۴۔ حضرت شیخ ابن حجر مکی ابن تیمیہ کے قول کی تردید میں لکھتے ہیں:

قلت ليس معنى الحديث ما فهم لما يأتي موضحا ، وإنما معناه لا تشد الرجال إلى مسجد لأجل تعظيمه ، والتقرب بالصلاة فيه إلا إلى المساجد الثلاثة لتعظيمها للصلاة فيها ، وهذا التقدير لا بد منه عند كل أحد لكون الاستثناء متصلا ، ولأن شد الرحال إلى عرفة موسوعة مكة والمدينة ، القضاء النسك واجب إجماعا ، وكذا الجهاد والهجرة من دار الكفر بشرطها ، وهو لطلب العلم سنة أو واجب ، وقد أجمعوا على جواز شدها للتجارة وحوائج الدنيا ، فحوائج الآخرة لا سيما ما هم من أكدها

(4) (رد المحتار على الدر المختار ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في زيارة القبور ، 2/ 242 ، دار الكتب العلمية - ، سنة النشر : 1412 هـ / 1992 م)

(5) (شرح النووي على مسلم ، كتاب الحج ، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره ، 9/ 468 ، الحديث : 827 ، دار الخير ، سنة النشر : 1416 هـ / 1996 م)

(6) (إحياء علوم الدين ، كتاب أسرار الحج ، فضيلة المدينة للشرفة علي سائر البلاد ، 1/ 319 ، دار الكتب العلمية بيروت)

وهو الزيارة للقبر الشريف أولى ، ومما يدل أيضا التأويل الحديث بما ذكر التصريح به في حديث سنده حسن وهو قوله (صلى

الله تعالى عليه وسلم) « لا ينبغي للمطى أن تشد رحالها إلى مسجد ينبغي فيه الصلاة غير المسجد الحرام

ومسجدي هذا والمسجد الأقصى ⁽⁷⁾ (الجوهرا المنظم في زيارة القبر الشريف النبوي المكرم، صفحہ ۱۶)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے معنی وہ نہیں جو ابن تیمیہ سمجھا ہے۔ بنا براس دلیل کے (یعنی اس دلیل کی بنا پر) جو آگے واضح طور پر آتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی مسجد کی طرف اس کی تعظیم (عزت، احترام) اور نماز (عبادت) کے ساتھ تقرب (نزدیکی، قرب) کے لیے کجاوے (سفر) نہ باندھے جائیں، سوائے تین (۳) مساجد کے۔ ہر ایک کے نزدیک یہ تقدیر (تاویل) ضروری ہے تاکہ استثنا متصل (۸) ہو۔ عرفات کی طرف فریضہ حج (حج کے فرائض) ادا کرنے کے لیے سفر کرنا بالاجماع واجب ہے۔ اسی طرح جہاد کرنا اور دارالکفر (کفار کے علاقے) سے ہجرت کرنا (جب ہجرت کی شرط پوری ہو اور وہ طلب علم کے لیے ہو) سنت یا واجب ہے۔ اور اس امر (بات) پر اجماع ہے کہ تجارت (کاروبار) اور دنیوی حوائج (دنیوی ضروریات) کے لیے سفر جائز ہے۔ لہذا اُخروی حوائج (آخرت کی ضروریات)، بالخصوص قبر شریف کی زیارت کے لیے سفر کرنا بطریقِ اولیٰ (بدتجہ اولیٰ) جائز ہے۔ ہم نے اس حدیث کی جو تاویل کی وہ درست ہے۔ کیونکہ اس کی تصریح (وضاحت) دوسری روایت میں موجود ہے، جس کی سند حسن ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ہے:

لَا يَنْبَغِي لِلْمَطِيِّ أَنْ تُشَدَّ رِحَالُهَا إِلَى مَسْجِدٍ يُنْبَغِي فِيهِ الصَّلَاةُ (الحديث)

وَقَدْ رَوَى ابْنُ شُبَّةٍ بِسَنَدٍ حَسَنٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ - يَعْنِي الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - ذَكَرَ عِنْدَهُ الصَّلَاةُ فِي الطُّورِ،

فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يَنْبَغِي لِلْمَطِيِّ أَنْ تُشَدَّ رِحَالُهَا إِلَى مَسْجِدٍ يُنْبَغِي فِيهِ الصَّلَاةُ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

وَمَسْجِدِي هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى» ⁽⁹⁾ (وفاء الوفا للسمهودی)

ترجمہ: نہ چاہئے کہ کجاوے باندھے جائیں کسی مسجد کی طرف سوائے تین (۳) مسجدوں کے: مسجد حرام اور میری مسجد (مدینہ منورہ) اور مسجد اقصیٰ کے۔ اور ابن شُبَّہ نے بسند حسن (اچھی سند کے ساتھ) روایت کی کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس کوہ طور شریف میں نماز کا ذکر آیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ نہ چاہئے کہ اونٹنی کے کجاوے کسی مسجد کی طرف باندھے جائیں، جس میں نماز مقصود (مراد) ہو سوائے مسجد حرام اور میری مسجد (مدینہ منورہ) اور مسجد اقصیٰ کے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جیسا کہ ثواب اللہ تعالیٰ نے ان تین (۳) مساجد کے لئے مقرر (متعین) فرمایا ہے، اس ثواب کے لئے صرف ان تین (۳) مساجد کا سفر کرنا بھی ثواب ہے، لیکن کسی اور مسجد کی طرف یہ خیال (گمان) کر کے سفر کرنا کہ وہاں بھی انہی مساجد جیسا ثواب ملے گا یا بہ نسبت دوسری مساجد میں زیادہ

(7) (الجوهرا المنظم في زيارة القبر الشريف النبوي المكرم لابن حجر المكي، الفصل الأول في مشروعية زيارة قبر نبينا محمد صلى الله عليه وسلم وشرف وكرم الخ، ص 30، مكتبة مدبولي

6 ميدان طلعت، حرب القاهرة، الطبعة الأولى: 2000م)

(8) استثنا متصل کی تعریف: استثنا متصل وہ عربی نحو (گرامر) کی قسم ہے جہاں مستثنیٰ (نکالا جانے والا) اپنے سے پہلے مذکور مستثنیٰ منہ (جس گروہ سے نکالا گیا) کی جنس سے ہو۔ یعنی مستثنیٰ،

مستثنیٰ منہ کے حکم میں پہلے داخل ہوتا ہے، پھر "إِلَّا" یا اس کے مشابہ الفاظ کے ذریعے اسے الگ کیا جاتا ہے۔ مثال: قَامَ الْقَوْمُ إِلَّا زَيْدًا (قوم کھڑی ہوئی، سوائے زید کے) (ط-ضیائی)

(9) (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، الفصل الثاني في بقية أدلة الزيارة، وإن لم تتضمن لفظ الزيارة نصًا، 4/ 188، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الأولى - 1419)

ثواب ملے گا غلط ہے بلکہ ناجائز ہے، کیونکہ ہر جگہ کی مسجد کا ثواب برابر ہے۔ جیسے بعض دہلی کی جامع مسجد میں جمعۃ الوداع پڑھنے کے لئے دور دور سے سفر کر کے آتے ہیں اس خیال (گمان) سے کہ یہاں زیادہ ثواب ہے، یہ ناجائز بلکہ گناہ ہے کہ اپنی طرف سے سمجھ کر ایسا کیا گیا ہے جس کا حکم نہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، نہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ ثابت ہوا کہ ان مساجد کے سوا دوسری کسی مسجد کی طرف سفر کرنا زیادہ ثواب ملنے کے غلط عقیدہ کی وجہ سے حرام ہے۔

اس میں مزارات کا سفر یا گنبد خضراء (روضہ رسول ﷺ کے سبز گنبد) کی زیارت کے سفر کو داخل کرنا دین کی تحریف (دین میں تبدیلی کرنا) ہے، اس لئے اس دور کے علماء کرام نے ابن تیمیہ کو قید کر لیا کہ اس نے دین میں تحریف کا قول کیا۔ حدیث کا مطلب اور علماء کرام سے سینے۔

۵۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا: بعض از علماء گفته اند کہ سخن در مساجد است یعنی در مسجدے دیگر جز این مساجد سفر جائز بنو و اما مواضع دیگر جز مساجد خارج از مفہوم این کلام است۔⁽¹⁰⁾

یعنی بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہاں کلام صرف ان تینوں مساجد کے بارے میں ہے، یعنی ان کے سوا کسی دوسری مسجد کی طرف سفر جائز نہیں۔ مسجد کے علاوہ اور مقامات (دوسری جگہیں) اس کلام کے مفہوم (مراد) سے خارج ہیں۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے ماتحت ہے:

وَفِي شَرْحِ مُسْلِمٍ لِلنَّوَوِيِّ قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ: يَحْرُمُ شَدُّ الرَّحْلِ إِلَى غَيْرِ الثَّلَاثَةِ وَهُوَ غَلَطٌ، وَفِي الْإِحْيَاءِ: ذَهَبَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ إِلَى الْإِسْتِدْلَالِ بِهِ عَلَى الْمُنْعِ مِنَ الرَّحْلَةِ لِزِيَارَةِ الْمُشَاهِدِ وَقُبُورِ الْعُلَمَاءِ وَالصَّالِحِينَ، وَمَا تَبَيَّنَ فِي أَنَّ الْأَمْرَ كَذَلِكَ، بَلِ الزِّيَارَةُ مَأْمُورٌ بِهَا لِخَبَرٍ: («كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ إِلَّا فُزُورُهَا») . وَالْحَدِيثُ إِنَّمَا وَرَدَ مَهْيَا عَنِ الشَّدِّ لِغَيْرِ الثَّلَاثَةِ مِنَ الْمَسَاجِدِ لِتَمَثُّلِهَا، بَلْ لَا بَلَدَ إِلَّا وَفِيهَا مَسْجِدٌ، فَلَا مَعْنَى لِلرَّحْلَةِ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ، وَأَمَّا الْمُشَاهِدُ فَلَا تُسَاوِي بَلْ بَرَكَةُ زِيَارَتِهَا عَلَى قَدَرِ دَرَجَاتِهِمْ عِنْدَ اللَّهِ، ثُمَّ لَيْتَ شِعْرِي هَلْ يَمْنَعُ هَذَا الْقَائِلُ مِنْ شَدِّ الرَّحْلِ لِقُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ كِبَرِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَيَحْيَى، وَالْمُنْعُ مِنْ ذَلِكَ فِي غَايَةِ الْإِحَالَةِ، وَإِذَا جُوزَ ذَلِكَ لِقُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ فِي مَعْنَاهُمْ، فَلَا يَبْعُدُ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ مِنْ أَغْرَاضِ الرَّحْلَةِ، كَمَا أَنَّ زِيَارَةَ الْعُلَمَاءِ فِي الْحَيَاةِ مِنَ الْمَقَاصِدِ.⁽¹¹⁾

ترجمہ: نووی کی شرح مسلم میں ہے کہ ابو محمد نے فرمایا کہ ان تین (۳) مساجد کے سوا کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنا حرام ہے، مگر یہ محض غلط ہے۔ احیاء العلوم میں ہے کہ بعض علماء متبرک (مقدس) مقامات اور قبور علماء کی زیارت کے لیے سفر کرنے کو منع کرتے ہیں، جو مجھ کو تحقیق ہوئی، وہ یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے (یعنی منع نہیں ہے) بلکہ زیارت قبور (مقدس قبور کی زیارت) کا تو حکم ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے کہ **أَلَا فُزُورُهَا** (ان کی زیارت) ان تین (۳) مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا گیا کہ تمام مساجد یکساں (برابر) نہیں بلکہ مقامات متبرکہ برابر نہیں بلکہ ان کی برکات بقدر درجات (مراتب) ہیں۔ کیا یہ مانع (روکنے والا) انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور کے سفر سے بھی منع کرے گا جیسے کہ حضرت ابراہیم و موسیٰ و یحییٰ علیہم السلام؟ اس سے منع

(10) (اشعة اللمعات ترجمة مشكاة، كتاب الصلاة، باب المواقيت، الفصل الأول، 1/ 338، مطبع منشي نول كشور)

(11) (مراجعة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، 2/ 589، الحديث: 693، دار الفكر، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1422 هـ - 2002 م)

کرناتو سخت (گناہ) ہے، اور اولیاء اللہ بھی انبیاء علیہم السلام کے حکم میں ہیں۔ پس کیا بعید (مشکل) ہے کہ ان کی طرف سفر کرنے میں بھی کوئی خاص غرض (مقصد، نیت) ہو، جیسا کہ علماء کی زندگی میں اُن کی زیارت کرنا۔ ان کے علاوہ اور بھی عبارات پیش کی جاسکتی ہیں، طالب حق (حقیقت پسند) کے لیے اتنا کافی ہے۔

ان تصریحات کے بعد ہم سفر کی قسمیں عرض کرتے ہیں تاکہ اہل فہم (معتقد) یقین کریں کہ اگر سفر صرف مساجد ثلاثہ میں مُنَحَصِر (محدود) کیا جائے تو مندرجہ ذیل سفر کی قسمیں (جو شرع و عرف میں مشہور ہیں) سب حرام ہوں گی۔ حالانکہ یہ سفر حرام نہیں، اسی معنی پر مزارات کا سفر بھی حرام نہیں۔

سفر کی قسمیں: بقول ابن تیمیہ اور اس کے معتقدین: اگر "لَا تُشَدُّوا الرِّحَالَ" کو عام رکھا جائے تو ہمہ (تمام) قسم کے سفر حرام ہو جاتے ہیں، حالانکہ قرآن و احادیث شریف سے سفر کی کئی اقسام ہیں: فرض، واجب، سنت، مستحب، جائز (مباح)، یعنی جس طرح کا کام ہو گا سفر کا وہی حکم ہو گا۔

۱۔ فرض: سفر حج یہ سفر فرض ہے: "مَا قَالَ: وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا" (پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۹۷)

ترجمہ: اللہ کے لیے لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے، جو اس کی طرف راہ کی طاقت رکھتا ہے۔

۲۔ واجب: ابن تیمیہ کے علاوہ باقی اکثر ائمہ کے نزدیک مزارِ رسول اللہ ﷺ کا سفر واجب ہے۔

۳، ۴۔ مُسْتَحَب و جَائِز: ملاقاتِ اَحْبَاء و دوستان (دوست احباب سے ملاقات)، شادی بیاہ و نکاح، اور عقیقہ و ختنہ میں شمولیت، اقربا و اَعْرَہ (قریبی رشتہ داروں) کی ملاقات وغیرہ کا سفر مستحب اور جائز ہے۔ اسی طرح تجارت اور علم حاصل کرنا۔

۵۔ حرام: جیسے ڈکیتی، چوری و دیگر حرام افعال (کاموں) کے لئے سفر کرنا۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ جیسا مقصد ہو گا ویسا ہی سفر کا حکم ہو گا۔

نوٹ: ابن تیمیہ اور اس کے معتقدین (ماننے والوں) نے گنبدِ خضراء اور سفرِ مزارات کو اسی آخری قسم میں شامل کیا ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

چند سفروں کے متعلق آیات قرآنیہ سے ثبوت:

رسول اللہ ﷺ کے ہاں ہجرت کرنے والوں کا درجہ و مقام اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا:

آیت (۱): وَمَنْ يُخْرِجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۱۰۰)

ترجمہ: اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کی، پھر اسے موت آگئی، تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا۔

فائدہ: کتنی خوش قسمتی اس مردِ خدا کی جو رسول اللہ ﷺ کے ہاں ہجرت کر کے جائے۔

لطیفہ: رسول اللہ ﷺ کی طرف سفر کر کے جانے کا اتنا بڑا اجر ہے لیکن وصال کے بعد ان کے پاس جانے کو ابن تیمیہ حرام کہے، تعجب ہے، حالانکہ نبی

پاک ﷺ کی حیات و ممات میں کوئی فرق نہیں، جیسا کہ محدثین و فقہاء کا متفقہ فیصلہ ہے: "وَلَا فَرْقَ بَيْنَ حَيَاتِهِ وَمَمَاتِهِ ... الْخ" (۱۲) (یعنی ان کی ﷺ)

حیات ممات میں کوئی فرق نہیں۔) (مواہب لدنیہ وغیرہ)

شانِ نزول: یہ آیت کریمہ حضرت جندع ابن ضمیر لیشی کے حق میں آئی جو بہت بوڑھے تھے۔ جب انہوں نے پچھلی آیت سنی تو کہنے لگے کہ میرے پاس

مال بہت ہے، میں ہجرت پر قادر ہوں۔ معذورین میں داخل نہیں ہوں۔ اب میں ایک رات بھی مکہ معظمہ میں نہ ٹھہروں گا۔ چنانچہ اُن کو چار پائی پر لے کر

لوگ چلے، کیونکہ اونٹ پر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ مقامِ تنعیم میں پہنچ کر ان پر آثارِ موت نمودار (ظاہر) ہو گئے۔ انہوں نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے داسنہ ہاتھ میں دیا اور

فرمایا: "اے اللہ! یہ میرا اور تیرے رسول ﷺ کا ہاتھ ہے، میں اس پر بیعت کرتا ہوں جس پر تیرے رسول ﷺ نے بیعت لی"۔ یہ کہہ کر وفات پا گئے۔
 مشرکین تو خوب ہنسے کہ یہ مدینہ نہ پہنچ سکے۔ صحابہ مہاجرین کو خبر لگی بہت غمگین ہوئے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
فائدہ: اس آیت میں کسی مسجد کا ذکر نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کی تصریح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام محض تَبَرُّک کے لیے آیا، جیسا مفسرین نے تصریح فرمائی ہے۔

آیت (۲): اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لَا يَلْفُ قُرَيْشٌ ۝ الْفَهْمُ رِحْلَةُ الشَّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝** (پارہ ۳۰، سورۃ القریش، آیت ۲، ۱)

ترجمہ: اس لیے کہ قریش کو میل دلایا (رُغبت دلائی)، اُن کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کوچ میں میل دلایا۔

فائدہ: رِحْلَةُ سے سفر مراد ہے، اور اس سفر میں بھی مساجد سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ کاروبار اور تجارت کے سفر کی تصریح ہے۔ تفاسیر میں ہے کہ: مکہ معظمہ پہاڑوں سے گھرا ہوا ریگستانی علاقہ تھا، جہاں پیداوار بالکل نہ تھی۔ زمانہ حج کی آمدنی ان لوگوں کو سال کے لیے کافی نہ تھی، اس لیے قریش بسلسلہ تجارت (تجارت کے سلسلے میں) سردیوں میں یمن اور گرمیوں میں ملکِ شام جاتے تھے۔ ان قافلوں سے قریش کو بہت رُغبت تھی، اور چونکہ قریش مذکورہ عظمتوں کے مالک تھے، اس لیے راستوں میں ان پر ڈکیتی نہ ہوتی تھی۔ جہاں ٹھہرتے تھے، وہاں ان کی خاطر تواضع (مہمان نوازی)، نذرانے، تحفے خوب ہوتے تھے۔ نیز یہ لوگ ان سفر کی وجہ سے سفر کے عادی، تجربہ کار ملکوں سے خبردار ہو گئے تھے۔ اسی لیے ان کے ذریعہ ملکوں میں تبلیغ اسلام اور فتوحات خوب ہوئیں اور بخوبی حکمرانی کر سکے۔ یہ سفر ان کے لیے بہت بابرکت ہوئے، اس لیے ان سفر کی خصوصیت سے ذکر فرمایا گیا۔

فائدہ: اس سفر پر "لَا تُشَدُّوا الرِّحَالَ الْخ" کا کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ یہ لَا تُشَدُّوا الرِّحَالَ صرف مساجد کے سفر سے متعلق ہے، وہ بھی عبادت کی نیت اور زیادہ اجر و ثواب کے ارادہ پر۔ ورنہ اگر کوئی اور غرض ہو تو بھی مساجد کا سفر منع نہیں، جس کی تفصیل گزر چکی ہے اور مزید آئے گی۔ (ان شاء اللہ)۔

بزرگوں اور اولیاء مشائخ سے فیض و برکت حاصل کرنا:

حضرت خضر علیہ السلام سے فیض و برکت اور علم حاصل کرنے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خود بھیجا تھا، جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے:
 موسیٰ و خضر علی نبینا و علیہما السلام کا قصہ (سورہ کہف) میں مُفَصَّل (تفصیل سے) ہے۔ اور بخاری شریف میں بھی، روح البیان میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کے پاس بھیجا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: "یا اللہ! میں خضر علیہ السلام کو کہاں تلاش کروں اور وہ مجھے کس طرح مل سکتے ہیں؟ اس کا کوئی آسان طریقہ بتاتا کہ میں ان سے آسانی سے مل سکوں۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ چٹان کے نزدیک مُجْعُ البحرین (دو سمندروں کے جمع ہونے کی جگہ) میں اس سے ملاقات کر سکتے ہیں، لیکن اپنا زادراہ (سفر میں گزر بسر کے لئے کھانا) ساتھ لے جائیں، یعنی مچھلی بھون کر ایک جھولے میں ڈال کر اپنے ساتھ رکھیں، تاکہ بھوک ستائے تو بھیک نہ مانگنی پڑے۔ لیکن جب یہ مچھلی دریا میں غوطہ لگائے، تو سمجھنا کہ یہیں پر میرا بندہ ہوگا۔ آپ علیہ السلام نے مچھلی بھون کر جھولے میں رکھ دی اور اپنے خادم سے فرمایا کہ جہاں یہ مچھلی دریا میں غوطہ لگائے، مجھے مطلع کرنا (اطلاع دینا)۔ (13)

فائدہ: اس واقعہ میں بزرگوں و ولیوں کے ہاں تحصیل علم اور فیض و برکت کے لیے سفر ثابت ہے۔

تلاش یار و احباب کاسفر: یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو فرمایا:

يَبْنَىٰ اَذْبَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوْسُفَ وَ اَخِيهِ (پارہ ۱۳، سورۃ یوسف، آیت ۸۷) **ترجمہ:** اے بیٹو، جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ (پتہ) لگاؤ۔

فائدہ: ان کے علاوہ متعدد آیات میں کئی قسم کے سفروں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیر و سیاحت کا حکم متعدد مقامات پر فرمایا ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْاَرْضِ (پارہ ۲۰، سورۃ النمل، آیت ۶۹) **ترجمہ:** تم فرما دو زمین میں سیر کرو۔

حضرت شیخ سعدی نے فرمایا: برواندر جہان تفرج کن، پیش ازان روزکز جہان بروی^(۱۴)

ترجمہ: جادنیامیں سیر و تفریح کر اس سے پہلے کہ تم کو دنیا سے رخصت ہونا پڑے۔

احادیث مبارکہ سے سفر کا ثبوت:

علم دین کی تحصیل کے سفر کے بہت بڑے فضائل احادیث مبارکہ میں وارد ہیں: مثلاً حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (مشکوۃ)^(۱۵)

ترجمہ: جس نے علم کی طلب میں گھر سے نکل کر سفر کیا، وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے۔

یونہی جہاد فی سبیل اللہ کی احادیث مبارکہ، تجارت کے لیے، اور بزرگان دین کی زیارات کی احادیث کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم تصنیف (مجلد کتاب) تیار

ہو۔

فائدہ: اسی لئے یہ تسلیم کرنا ضروری ہوگا کہ مساجد ثلاثہ میں جس سفر کی نفی (ممانعت) ہے، وہ ہے ان مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کرنا۔

زیارت مزار رسول ﷺ: قرآن مجید میں ہے: **وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ** (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۶۴)

ترجمہ: اگر انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اے نبی ﷺ، تمہارے حضور حاضر ہوں۔

فائدہ: اس آیت سے تمام محدثین و مفسرین نے زور دار دلائل سے زیارت مزار رسول ﷺ کے ثبوت کو ثابت کیا ہے، سوائے ابن تیمیہ اور اس کے

پیروؤں (پیروکار) کے کسی کو اس سے انکار نہ تھا، نہ ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے زیارت قبر رسول ﷺ کے لیے سفر ثابت ہے، چنانچہ حضرت فاروق

اعظم رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس کے مکینوں (رہنے والوں) سے صلح کی، تو کعب الاحبار رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میرے ساتھ چل کر مدینہ کی زیارت سے فائدہ اٹھاؤ؟ حضرت کعب الاحبار نے

جواب دیا: ہاں۔^(۱۶) (زرقانی علی المواہب)

14 (سعدی، گلستان، باب سوم در فضیلت قناعت، حکایت شماره 27

15 (مشکاة المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی، 1 / 76، الحدیث: 220- (23)، المکتب الاسلامی بیروت، الطبعة الثانية، 1399ھ 1979م)

16 (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیة بالمنح المحمدیة، الفصل الثانی فی زیارة قبرہ الشریف ومسجدہ المنیف، 12 / 183، دار الکتب العلمیة بیروت)

حافظ ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ بن نعمان اپنی کتاب "مصباح الظلام" میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابو سعید سمعانی نے بروایت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے دفن شریف کے تین (۳) دن بعد ایک اعرابی (دیہاتی) ہمارے پاس آیا، اُس نے خود کو قبر شریف کی کچھ مٹی اپنے سر پر ڈالی اور عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے جو کچھ فرمایا وہ ہم نے سن لیا۔" اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر قرآن نازل کیا، جس میں ارشاد فرمایا:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا

(پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

میں نے (خود پر) ظلم کیا میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ میرے حق میں طلب مغفرت فرمائیں۔ قبر شریف سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔ (۱۷)

زیارت قبر رسول ﷺ کے سفر کی دیگر روایات:

☆ - مُسْنَدِ امام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ میں بروایت امام منقول ہے کہ حضرت ایوب سختیانی تابعی آئے۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کے نزدیک پہنچے تو اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف اور منہ حضور اقدس ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف کر لیا اور روئے۔ (۱۸)

☆ - وہ اعرابی (دیہاتی) جس کا قصہ ائمہ اربعہ نے اپنی تصانیف میں بیان کیا: امام عینی نے کہا کہ میں مدینہ پاک میں داخل ہوا، رسول اکرم ﷺ کے مزار کی زیارت کر کے حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ ایک اعرابی نے آکر زیارت کی اور عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! آپ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا، اس میں فرمایا: **وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا**

(پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں آپ کے رب سے گناہوں کی مغفرت کا طالب ہوں اور آپ کی شفاعت کا امیدوار۔ پھر رو کر ایک قطعہ (نکڑا) پڑھا بعد ازاں (اس کے بعد) توبہ کی اور چلا گیا۔

میں سو گیا تو میں نے رسول اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت کی کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ تم اس شخص (بدوی) کو ملو اور اسے بشارت دو کہ اللہ نے میری شفاعت سے اس کے گناہ معاف کر دیئے۔ میری آنکھ کھلی تو میں اس کی تلاش میں نکلا مگر وہ نہ ملا۔ (۱۹) (خلاصۃ الوفاء)

ابو ایوب انصاری: آپ قسطنطنیہ سے حضور سرور عالم ﷺ کے مزار کی زیارت کے لئے آئے اور مزار کو چوماس پر مروان نے ٹوکا تو اسے آپ نے خوب جواب دیا۔ تفصیل فقیر کے رسالہ "مزارات کو چومنا" میں ہے۔

(۱۷) (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، الفصل الثاني في بقية أدلة الزيارة، وإن لم تتضمن لفظ الزيارة نصًا، 4/ 186، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الأولى - 1419)

(۱۸) (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، الفصل الثاني في بقية أدلة الزيارة، وإن لم تتضمن لفظ الزيارة نصًا، 4/ 189، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الأولى - 1419)

(۱۹) (خلاصۃ الوفاء بأخبار دار المصطفى، الفصل الثاني في فضل الزيارة والمسجد النبوي ومتعلقاتها، ص 119، كتاب ناشرون بيروت)

رسول اللہ ﷺ کے وصال (وفات) کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھنے سے معذرت (انکار) کر لی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے غزوات میں جانے کی اجازت چاہی، نہ ملی۔ ان کے وصال (وفات) کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور (زمانہ) میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ جنگوں میں شرکت کی اجازت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ملکِ شام کی سبز و شاداب (سرسبز، خوشحال) زمین پسند آگئی اور یہاں سکونت پذیر ہو گئے (رہائش اختیار کر لی)۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شام میں قیام (رہنے) کے دوران ایک رات میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے: "اے بلال رضی اللہ عنہ! یہ خشک (بے رونق) زندگی کب تک؟ کیا تمہارے لئے وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کرو۔" اس خواب نے زندگی کے پُر لطف (خوشگوار) افسانے (یادیں) یاد دلادیئے۔ عشق و محبت کے مرجھائے ہوئے (مدھم پڑے ہوئے) زخم (غم) پھر ہرے (تازہ) ہو گئے۔ اس وقت دیارِ حبیب ﷺ (محبوب کے شہر) کی راہ لی اور روضہ اظہر پر حاضر ہو کر مرغِ بسمل (ذبح شدہ مرغ کے تڑپنے) کی طرح تڑپنے لگے۔ آنکھوں سے سیلِ آنکھ (آنکھوں کے آنسوؤں کا سیلاب) رواں (جاری) تھا اور مضطربانہ (بے قراری کے ساتھ) جوش و محبت کے ساتھ جگر گوشگانِ رسول (نبی ﷺ کے لختِ جگر) یعنی امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو چمٹا چمٹا (گاگا) کر پیار کرتے۔ خاندانِ نبوت (نبی ﷺ کا گھرانہ) کے شہزادوں نے عرض کی: وہ اذان تو کہو جو نانا محمد ﷺ کو سنایا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں عہد (وعدہ) کر چکا ہوں کہ حضرت خیر الانام (سب سے بہتر مخلوق) ﷺ کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں کہوں گا، لیکن آج آپ کی خواہش پوری کروں گا۔ یہ کہہ کر عنزیب توحید (توحید کا خوش الحان بلبل) نے کچھ ایسے لحنِ داؤدی (حضرت داؤد علیہ السلام جیسی خوش آواز) میں خدائے ذوالجلال (عظمت والے اللہ) کی عظمت و شوکت کا آواز پُر سوز (درد بھری آواز) سنایا کہ تمام مدینہ گونج اٹھا۔ لیکن جب "أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ" کا نعرہ بلند کیا تو عورتیں تک بیقرار (بے چین) ہو کر پردوں سے نکل پڑیں اور تمام عاشقانِ رسول ﷺ کے رُخسار (گال) آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر روئے کہ چکی (سکیاں) بندھ گئی۔ غرض سب کے سامنے عہدِ رسالت (نبی ﷺ کے زمانے) کا نقشہ کھینچ گیا۔⁽²⁰⁾ (وفاء الوفا وغیرہ)

فائدہ: اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں شام سے بلایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شام سے مدینہ طیبہ تک زیارتِ مزارِ رسول ﷺ کے لئے سفر فرمایا۔ یہی ہمارا موضوع ہے۔

زیاراتِ مزاراتِ اولیاء کا سفر: جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضور سرورِ عالم ﷺ کے مزار کے لیے سفر ثابت ہے، یونہی اولیائے کرام کے مزارات کا سفر بھی شرعاً ثابت ہے۔ اس موضوع پر فقیر کا رسالہ "سفر مزارات" ہے اور فقیر کے سفرنامہ "شام و عراق" میں بھی مستقل بحث موجود ہے۔

۱۔ حضور نبی پاک ﷺ کا ارشاد گرامی: **كُنْتُ نَبِيَّتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ إِلَّا فَرُّوْهَُا**⁽²¹⁾ یعنی میں تمہیں قبور کی زیارت سے روکتا تھا، اب میں حکم دیتا ہوں کہ ان کی زیارت کرو۔ یہ حکم عام ہے۔

(20) (خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى، الفصل الثاني في فضل الزيارة والمسجد النبوي ومتعلقاتها، ص 97، كتاب ناشرون بيروت)

(21) (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، الفصل الثالث: في زيارة القبور، 15/ 646، الحديث: 42555، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الطبعة الخامسة، 1401 هـ/ 1981 م)

فائدہ: یہ ایک حقیقت ہے کہ اولیاء کرام کے مزارات پر پہنچنے سے شانِ الہی نظر آتی ہے، اللہ والے بعدِ وفات بھی دنیا پر راج کرتے ہیں۔ ان سے ذوقِ عبادت پیدا ہوتا ہے اور ان کے مزارات پر دعا قبول ہوتی ہے۔

حوالہ جات فقہاء کرام

۱۔ شامی، جلد اول، بحثِ زیارتِ قبور میں ہے:

"وَهَلْ تُنَدَّبُ الرَّحْلَةُ لَهَا كَمَا أُعْتِيدَ مِنَ الرَّحْلَةِ إِلَى زِيَارَةِ خَلِيلِ الرَّحْمَنِ وَأَهْلِهِ وَأَوْلَادِهِ، وَزِيَارَةِ السَّيِّدِ الْبَدَوِيِّ وَغَيْرِهِ مِنَ الْأَكَابِرِ الْكِرَامِ؟ لَمْ أَرْ مَنْ صَرَّحَ بِهِ مِنْ أَيْمَنِنَا، وَمَنْعَ مِنْهُ بَعْضُ أَئِمَّةِ الشَّافِعِيَّةِ إِلَّا لَزِيَارَتِهِ ﷺ قِيَاسًا عَلَى مَنْعِ الرَّحْلَةِ لِغَيْرِ الْمَسَاجِدِ الثَّلَاثَةِ. وَرَدَّهُ الْغَزَالِيُّ بِوُضُوحِ الْفَرْقِ" (22)

ترجمہ: اور کیا اس کے لیے رحلت (سفر) کرنا مستحب ہے، جیسا کہ لوگوں میں سفر کرنے کا رواج رہا ہے خلیل الرحمن (حضرت ابراہیم علیہ السلام) اور ان کے اہل (گھروالوں) اور اولاد (بیٹوں) کی زیارت کے لیے، اور اسی طرح السید البدوی اور دیگر اکابر کرام کی زیارت کے لیے؟ میں نے اپنے ائمہ (فقہاء و علماء) میں سے کسی کو اس کی صراحت کرتے نہیں دیکھا۔ البتہ ائمہ شافعیہ (شافعی فقہ کے بعض علماء) میں سے بعض نے اس سے منع کیا ہے، سوائے حضور ﷺ کی زیارت کے۔ انہوں نے یہ ممانعت اس قیاس پر کی ہے کہ تین (3) مساجد کے علاوہ کسی اور جگہ کے لیے سفر کرنا منع ہے۔ لیکن امام غزالی نے اس رائے کو واضح فرق بیان کر کے رد (باطل) کر دیا ہے۔

فائدہ: وہابیت کی کامیاب تحریک سے پہلے مزارات کی زیارات کے لئے سفر کرنے کا عام رواج تھا، اور اب بھی بعض خوش قسمت زیاراتِ مزارات کا سفر کرتے ہیں دیکھیں: سفر نامہ شام و عراق۔

شامی میں اسی جگہ ہے: "وَأَمَّا الْأَوْلِيَاءُ فَإِنَّهُمْ مُتَّفَاوِتُونَ فِي الْقُرْبِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَنَفْعِ الزَّائِرِينَ بِحَسَبِ مَعَارِفِهِمْ وَأَسْرَارِهِمْ" (23)

ترجمہ: اور رہے اولیاء تو بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے قرب (نزدیکی) میں بھی مختلف درجوں کے ہوتے ہیں اور زائرین (زیارت کرنے والوں) کو فائدہ پہنچانے میں بھی، اپنے معارف (روحانی علوم) اور آسرار (باطنی رازوں) کے مطابق۔

بر مزارِ امام اعظم: امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں امام شافعی رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں:

إِنِّي لَأَتَبَرَّكَ بِأَبِي حَنِيفَةَ وَأَجِيءُ إِلَى قَبْرِهِ، فَإِذَا عُرِضْتُ لِي حَاجَةٌ صَلَّيْتُ رَكَعَتَيْنِ وَسَأَلْتُ اللَّهَ تَعَالَى عِنْدَ قَبْرِهِ فَتَقْضَى سَرِيْعًا (24)

ترجمہ: میں امام ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں، اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہو تو دو رکعتیں پڑھ کر قبر کے پاس جا کر اللہ سے دعا کرتا ہوں تو حاجت جلد پوری ہوتی ہے۔

فائدہ: اس سے چند امور ثابت ہوئے:

22 (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی زیارة القبور، 2/ 242، دار الکتب العلمیہ، -، سنة النشر: 1412ھ/ 1992م)

23 (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی زیارة القبور، 2/ 242، دار الکتب العلمیہ، -، سنة النشر: 1412ھ/ 1992م)

24 (ایضاً)

(۱) زیارتِ قبور کے لیے سفر کرنا۔ کیونکہ امام شافعی اپنے وطن فلسطین سے بغداد آتے تھے، امام ابو حنیفہ کی قبر کی زیارت کے لئے رضی اللہ عنہما۔

(۲) صاحبِ قبر سے برکت لینا۔

(۳) ان کی قبر کے پاس جا کر دعا کرنا۔

(۴) صاحبِ قبر کو ذریعہ حاجت روائی جاننا۔

دیوبندیوں کے قطب کی گواہی

مولوی رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ، جلد اول، کتاب الحظر والاباح، صفحہ ۵۹:

زیارتِ بزرگان کے لئے سفر کر کے حباناء اہلسنت میں مختلف ہے بعض درست

کہتے ہیں اور بعض ناجائز۔ دونوں اہل سنت کے علماء ہیں مسئلہ مختلفہ ہیں اس میں تکرار

درست نہیں فقط اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے۔ فقط (رشید احمد غنی عنہ) (۲۵)

فائدہ: کسی دیوبندی کو حق نہیں کہ سفرِ عرس سے کسی کو منع کرے۔ کیونکہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس میں تکرار سے منع کیا ہے اور وہ اس کا فیصلہ نہیں فرما سکتے، بہر حال عقل بھی چاہتی ہے کہ سفرِ زیارتِ مزارات جائز ہو۔ اس لئے کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ سفر کی حلت و حرمت (حلال و حرام ہونا) اس کے مقصد سے معلوم ہوتی ہے۔ اور اس سفر کا مقصد تو ہے زیارتِ قبر اور یہ منع نہیں بلکہ زیارتِ قبر کا حکم نبوی ﷺ مطلقاً (عام) ہے فرمایا: **أَلَا فَرُّوْهَُا** تو سفر کیوں حرام ہو گا نیز دینی و دنیاوی کاروبار کے لئے سفر کیا جاتا ہے یہ بھی ایک دینی کام کے لئے سفر ہے یہ کیوں کر حرام ہو۔ بہر حال مزاراتِ اولیاء کا سفر شرعاً جائز بلکہ مُسْتَحْسَن (مستحب) ہے اس سے روکنا وہابی، نجدی بننا ہے۔

سوالات و جوابات

باوجود یہ کہ جمہور محدثین و فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ حدیث شریف کا مطلب بیان کر دیا۔ تب بھی ابن تیمیہ نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد تیار کی کہ جب اس حدیث شریف سے استدلال کر کے فتویٰ دیا کہ حضور سید المرسلین ﷺ کے گنبدِ خضراء شریف کی زیارت کا ارادہ کر کے سفر کرنا گناہ ہے۔ جس میں نماز قصر نہ کی جائے کیونکہ حنبلی مذہب پر ہونے کا مدعی (دعوے دار) تھا اور امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمہم اللہ کا مذہب ہے کہ گناہ کے ارادہ پر سفر کرنے سے قصر نہیں پوری نماز پڑھنی ہوگی۔ اس قاعدہ پر ابن تیمیہ کا فتویٰ ہے۔ اب بھی نجدی اور غیر مقلدین کا نہ صرف یہی فتویٰ ہے بلکہ اس پر ہر زبان میں پمفلٹ چھاپ کر حج کے موقع پر عوام کو بہکاتے ہیں۔

ابن تیمیہ کے اس فتوے سے شام و مصر میں بڑا فتنہ برپا ہوا۔ شامیوں (علماء) نے ابن

تیمیہ پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ مذاہب اربعہ کے فاضلوں نے بڑی زحمت و توفیق کی اور فرمایا کہ ابن

تیمیہ کو اس سے منع کیا جائے اگر نہ مانے تو اسے قید کیا جائے۔ چنانچہ نتیجہ یہ

ہوا کہ ابن تیمیہ شعبان ۷۲۶ھ میں دمشق میں قلعہ میں قید کیا گیا اور قید میں ۲۰

ذیقعدۃ الحرام ۷۲۸ھ کو دنیا سے رخصت ہوا۔ مواخذہ احسروی ابھی باقی ہے۔⁽²⁶⁾

تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ "ابن تیمیہ و علمائے ملت"۔

سوال: بخاری کے باب فضل الصلوة فی مسجد مکة والمدینة میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وارد ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تُشَدُّ الرَّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى⁽²⁷⁾

ترجمہ: کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین (۳) مسجدوں یعنی مسجد حرام و مسجد رسول ﷺ و مسجد اقصیٰ کی طرف۔

اور باب مسجد بیت المقدس میں بروایت ابو سعید خدری بایں الفاظ (ان الفاظ کے ساتھ) مذکور ہے:

وَلَا تُشَدُّ الرَّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي⁽²⁸⁾

اسی طرح امام مسلم نے حدیث مذکور روایت کی۔ اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ ان تین (۳) مساجد کے سوا مزارات کا سفر کرنا حرام ہے۔

جوابات (۱): حدیث شریف سے تو صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بہ نسبت دیگر مساجد کے مساجد ثلاثہ (تینوں مسجدوں) میں نماز کی فضیلت کا بیان ہے۔ کیونکہ یہ

تینوں مساجد ان فضائل سے مَحْتَص (خاص) ہیں جو دوسری مسجدوں میں نہیں پائے جاتے۔ لہذا اس حدیث کو مزارات و مقابر سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ

مزارات کا سفر عبادت کرنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ وہاں تو صرف زیارت ہوتی ہے جس کا حکم حدیث میں بھی ہے اور اہل مزارات کو وسیلہ بنانا اور ان سے فیض

کا حصول ہوتا ہے۔

جواب (۲): زیر بحث حدیث میں اِشْتَاء مَفْرُوع⁽²⁹⁾ ہے، پس اس کے لئے عام مُسْتَثْنٰی مِنْهُ⁽³⁰⁾ کی تقریر (فرض کرنے، مقدار ماننے) کی ضرورت ہے جو سُنَّی

(اہل سنت) اور غیر (سُنَّی) کو شامل ہو اور مُسْتَثْنٰی⁽³¹⁾ سے مُنَاسَبَتِ قَرِيبِيَّة (قریبی نسبت) رکھتا ہو، جیسا کہ نوع فَرْذ اور جَنْس قَرِيب نوع ہے۔⁽³²⁾ اس لئے مَا جَاءَ

شَيْءٍ إِلَّا زَيْدٌ (نحوی مثال) میں شَيْء (چیز) یا جُزْء یا حَيَوَان (جاندار) کو مَقْدَر (فرض) نہیں کرتے بلکہ رَجُلٌ (آدمی) یا أَحَدٌ (کوئی ایک شخص) کو مَقْدَر (فرض) کرتے ہیں۔⁽³³⁾

اور مَا كَسَوْتُكَ إِلَّا جُبَّةً (میں نے تمہیں جبہ کے سوا کچھ نہیں پہنایا) میں كِسْوَةٌ (لباس) کو، اور مَا صَلَّيْتُ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ (میں نے مسجد کے سوا کہیں نماز نہیں پڑھی) میں

26 (سیرت رسول عربی از مولانا نور بخش توکلی رحمہ اللہ، حدیث لا تشد الرحال کی بحث، ص 700، مکتبۃ المدینہ فیضانِ مدینہ باب المدینہ کراچی)

27 (صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة، باب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة، 398/1، الحدیث: 1132، دار ابن کثیر، سنة النشر: 1414ھ / 993ھ)

28 (صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة، باب مسجد بیت المقدس، 400/1، الحدیث: 1139، دار ابن کثیر، سنة النشر: 1414ھ / 1993م)

29 نحوی اصطلاح: وہاں اِشْتَاء جس میں مستثنیٰ منہ لفظاً مذکور نہ ہو بلکہ کلام میں مقدر (فرضی طور پر) مانا جائے۔ (ط۔ ضیائی)

30 نحوی اصطلاح: وہ عام چیز جس میں سے کسی ایک کو الگ کیا جائے۔ (ط۔ ضیائی)

31 نحوی اصطلاح: وہ چیز جو استثناء کے ذریعے الگ کی جائے۔ (ط۔ ضیائی)

32 وضاحت: یعنی جس چیز کو جملے میں مقدر مانا جائے وہ ایسی عام ہونی چاہیے جس میں مستثنیٰ بھی شامل ہو اور اس کے ساتھ قریبی تعلق بھی رکھتی ہو۔ (ط۔ ضیائی)

33 وضاحت: یعنی یہاں عام لفظ "چیز" یا "جسم" یا "حیوان" فرض نہیں کیا جاتا بلکہ مناسب لفظ "آدمی" یا "کوئی شخص" فرض کیا جاتا ہے کیونکہ وہ سیاق کے زیادہ قریب ہے۔ (ط۔ ضیائی)

فی مَکَانَ یافی مَوْضِع کو مقَدَّر (فرض) کیا جاتا ہے (34)۔ (مُطَوَّل و حَوَاشِی) پس صورتِ زیر بحث (جس مسئلہ پر گفتگو ہو رہی ہے) میں مُسْتَثْنٰی مِنْهُ (اصل عام چیز)

ایسا چاہئے جو مساجدِ ثلاثہ (تین مسجدیں: مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی، مسجدِ اقصیٰ) اور دیگر کو شامل ہو اور مسجد کے ساتھ نُسْبَتِ قَرِیبِیَّہ (قریبی تعلق) رکھتا ہو۔ (35) اور وہ سوائے لفظِ مسجد کے اور کوئی نہیں۔ بلکہ مقابر (قبریں) و مزارات اور مسجد میں مِنْ وَجْهِ مُغَايَرَت (کچھ پہلوؤں سے فرق) بھی ہے کہ مسجد کے برخلاف مقابر و مزارات (قبروں اور مزاروں) میں عبادت یعنی نماز ممنوع (منع) ہے۔

جواب (۳): زیر بحث باب بخاری سے مطابقت (موافقت، ہم آہنگی) اور اسی باب کی دوسری جگہ سے مُنَاسَبَت (تعلق، ربط) ہے۔ یہ مُنَاسَبَت و مطابقت (ربط اور موافقت) صاف بتا رہی ہے کہ مُسْتَثْنٰی مِنْهُ مسجد ہے کیونکہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے یہ باب مسجد مکہ و مدینہ میں نماز کی فَضِیْلَت کے بارے میں باندھا ہے۔ اس باب کی پہلی حدیث (لَا تُسَدُّ الرَّحَالَ) میں مَقْصُود (مراد) مساجدِ ثلاثہ (تین مسجدوں) میں نماز کی فَضِیْلَت بہ نسبت دیگر مسجد کے ہے تاکہ تَرْجَمَةُ الباب (باب کا عنوان) کے مطابق ہو۔ یہ نہ کہا جائے کہ پہلی حدیث میں لفظ صَلَوة (نماز) نہیں ہے کیونکہ مساجدِ ثلاثہ (تین مسجدوں) کی طرف سفر سے مراد ان میں نماز کا قَصْد (ارادہ کرنا) ہے (36)۔

اس باب کی دوسری حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ سے مروی (روایت شدہ) ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (37)

ترجمہ: میری اس مسجد میں نماز بہتر ہے بہ نسبت دوسری مسجدوں میں ہزار نمازوں کے سوائے مسجدِ حرام کے۔ تَرْجَمَةُ الباب (باب کے عنوان) کے مطابق ہے اور پہلی حدیث کے معنی کو ظاہر (واضح) کرتی ہے اور نَص (واضح دلیل) ہے اس امر پر کہ ادائے نماز پر تَضَاعُفِ ثَوَاب (ثواب کے بڑھ جانے) میں مساجدِ ثلاثہ کو دیگر تمام مسجد پر فَضِیْلَت (برتری) ہے کیونکہ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (سوائے مسجدِ حرام) کا مُسْتَثْنٰی مِنْهُ (جس سے استثناء کیا گیا) مسجد ہیں۔ جو بعض روایات میں صَرَاحاً (واضح طور پر) مذکور ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ

أَلْفِ صَلَاةٍ فِي غَيْرِهِ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (38)

اور مسلم ہی میں حدیثِ میمونہ (ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا) میں ہے:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ صَلَاةٌ فِيهِ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا مَسْجِدَ الْكَعْبَةِ (39)

(34) وضاحت: یعنی ان جملوں میں اصل عام لفظ ذکر نہیں کیا گیا لیکن معنی کو درست سمجھنے کے لئے اسے ذہن میں فرض کیا جاتا ہے۔ (ط۔ ضیائی)

(35) وضاحت: یعنی ایسا لفظ ہونا چاہیے جو تینوں مساجد اور دوسری مساجد سب کو شامل کرے (ط۔ ضیائی)

(36) وضاحت: یعنی اگرچہ حدیث میں نماز کا لفظ نہیں مگر مسجد کی طرف سفر کا اصل مقصد وہاں نماز پڑھنا ہی سمجھا جاتا ہے (ط۔ ضیائی)

(37) (صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، باب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، 398/1، الحديث: 1133، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414 هـ / 1993 م)

(38) (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلاة بمسجدي مكة والمدينة، 1012/2، الحديث: 1394، دار إحياء الكتب العربية)

(39) (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلاة بمسجدي مكة والمدينة، 1014/2، الحديث: 1396، دار إحياء الكتب العربية)

پس ظاہر (واضح) ہوا کہ حدیث **لا تُشَدُّ الرَّحَالُ** (کجاوے نہ باندھے جائیں) میں مُسْتَثْنٰی مِنْهُ مسجد ہے۔ لہذا مساجد ثلاثہ (تین مسجدوں) کے سوا دنیا کی

کسی مسجد کی طرف بَقْصِدِ صَلَوةً (نماز کے ارادے سے) سفر کرنا مَنُوع (روکا گیا) ہے اور جو کسی اور ضرورت (حاجت) کے لئے ہو وہ مَنُوع (منع شدہ) نہیں۔

جواب (۴): حدیث زیر بحث (جس پر گفتگو ہو رہی ہے) کے بعض طُرُق (روایت کے مختلف سندی راستوں) پر مراد و مقصود (اصل مطلب) کی تصریح (واضح بیان) اور مُسْتَثْنٰی مِنْهُ (اصل عام لفظ) کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ مُسْنَدِ امام احمد میں یوں مذکور ہے:

حَدَّثَنَا هَاشِمٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ حَدَّثَنِي شَهْرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ وَذِكْرَتْ عَنْهُ صَلَاةٌ فِي الطُّورِ فَقَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَنْبَغِي لِلْمَطِيِّ أَنْ تُشَدَّ رِحَالُهُ إِلَى مَسْجِدٍ يُبْتَغَى فِيهِ الصَّلَاةُ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى

وَمَسْجِدِي هَذَا (قسطانی و عمدة القاری)

ترجمہ: شہر بن حوشب (تابعی راوی) کا بیان ہے کہ میں نے سنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو اور ان کے پاس طور (کوہ طور) میں نماز کا ذکر آیا، پس کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ شُرَّانِ سُوَارِی (سفر والے اونٹنیوں) کے کجاوے (پاکی) کسی مسجد کی طرف بَقْصِدِ صَلَوةً (نماز کے ارادے سے) نہ باندھے جائیں سوائے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے۔

الحمد للہ حدیث زیر بحث کی تفسیر حدیث ہی سے ہو گئی اور یہ بہترین تفسیر ہے۔

جواب (۵): حدیث زیر بحث کی شَرَح میں جمہور محدثین (اکثر محدثین) و شُرَّاح (حدیث کے شارحین) اور اکابر فقہاء حنفیہ و شافعیہ (بڑے حنفی و شافعی فقہاء) کے اقوال ہیں جو ہمارے مَدْعٰی (مقصود دعویٰ) کے مؤید (تائید کرنے والے) ہیں۔ نَظَر بَرِاخْتِصَار (اختصار کے پیش نظر) ہم ان کو یہاں نقل نہیں کرتے۔ جسے شوق (دلچسپی) ہو وہ فتح

الباری، عمدة القاری، ارشاد الساری، نووی علی مسلم، احیاء العلوم الغزالی اور جذب القلوب شیخ عبد الحق کا مطالعہ کرے۔

فائدہ: عرب و عجم میں ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب نجدی اور دیگر وہابیہ کے رد میں صرف اس حدیث کے جواب میں اہل حق (اہل سنت علماء) کی سینکڑوں تصانیف (کتابیں) شائع ہوئی ہیں۔

لا تُشَدُّ الرَّحَالُ کا اصل مطلب

حدیث **لا تُشَدُّ الرَّحَالُ** (کجاوے نہ باندھے جائیں) مساجد کے بارے میں ہے۔ اس رُو (اعتبار) سے کہ مساجد ثلاثہ (تین مسجدیں: مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد

اقصیٰ) کی طرف پدیں غَرَض (اس مقصد سے) سفر کرنا کہ ان میں نماز ادا کرنے سے تَضَاعُفِ ثَوَاب (زیادہ ثواب) حاصل ہو جائز ہے۔ دنیا کی کسی اور مسجد کی طرف اس غرض کے لئے سفر کرنا نہ چاہئے کیونکہ وہ دَرَجَہ (مرتبہ) میں برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر مَن حَيْثُ كَثُرَتْ ثَوَاب (ثواب کی زیادتی کے اعتبار سے) فَضِيلَت (برتری) نہیں۔ کسی اور مَظَلَب (مقصد) کے لئے دوسری مساجد (مسجدوں) کی طرف بھی سفر کرنا جائز ہے۔ مثلاً کسی مسجد میں کوئی بزرگ رہتے ہیں، ان کی زیارت یا ان سے اسْتِفَاضَہ (روحانی فائدہ حاصل کرنے) کے لئے اس مسجد کی طرف سفر کرنا جائز ہے۔ اسی طرح کسی مسجد کے صَنَائِعُ غَرَبِیَہ (عجیب و نادر فنون یا تعمیرات) کو دیکھنے کے لئے سفر کرنا بھی مَنُوع (روکا ہوا) نہیں ہے۔ مَقَابِر (قبریں) و مَشَاهِد (مزارات، مقدس مقامات) اَنْبیاء کرام علیہم السلام و اَوْلِیَاءِ عَظَمَاء کی زیارت کے لئے سفر کرنا حدیث زیر بحث (جس پر گفتگو ہو رہی ہے) کی نَسْی (منع) کے تحت میں داخل نہیں بلکہ جائز و مَشْرُوع (شریعت کے مطابق) و مُسْتَحَب (موجب خیر و برکت) (بھلائی اور برکت کا سبب) ہے۔ جب

خَوَاجُ دُنْيَا (دنیا کی ضرورتیں) کے لئے سفر کرنا بالاتفاق (تمام علماء کے اتفاق سے) جائز ہے تو خَوَاجُ آخِرَت (آخرت کی ضرورتیں) بالخصوص ان میں سے جو آئندہ (زیادہ اہم) ہے یعنی حضور سید الاولین والآخرین، اِمام المرسلین، خاتم النبیین، سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے رَوْضَہ مُنَوَّرَہ (نورانی مزار) کی زیارت کے لئے سفر کرنا بطریقِ اولیٰ (زیادہ مناسب طور پر) جائز و مُسْتَحْسَن (اچھا عمل) ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے عہدِ مبارک (بارک زمانے) سے اس وقت تک مسلمانوں کا اسی پر عمل رہا ہے۔ اس کا انکار حرمان (محرومی) و شقاقوت (بد بختی) کی علامت ہے۔ مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی کتاب "محبوب مدینہ" میں ہے۔

زیارتِ مزار کی غرض

زیاراتِ مزارات (قبروں کی زیارتوں) سے ہمارا مقصد اہل مزارات (قبروں میں مدفون بزرگ) کو وسیلہ (ذریعہ) بنانا ہے۔ اولیاء اور آنحضرت ﷺ کے وسیلہ (ذریعہ) سے باز گاہِ الٰہی میں دعا کرنا مُسْتَحَب (پسندیدہ عمل) ہے۔ اس کو مختلف الفاظ تو سُل (وسیلہ پکڑنا)، اِسْتِغَاثَہ (مدد طلب کرنا)، تَشْفُع (سفارش طلب کرنا) اور تَوَجُّہ (روحانی التفات) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بعض وقت تو سُل بالنبی ﷺ (نبی ﷺ کو وسیلہ بنانا) یوں ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سے کوئی چیز طلب کی جائے، بدیں معنی کہ آپ ﷺ اس میں تَسَبُّب (سبب بننے) پر قادر ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں یا شَفَاعَت (سفارش) فرمائیں۔⁽⁴¹⁾ اس کا مطلب بھی حضور ﷺ سے طلبِ دُعا (دعا کی درخواست) ہے۔

دلائلِ وسیلہ

حضور ﷺ سے تو سُل (وسیلہ بنانا) و اِسْتِغَاثَہ (مدد طلب کرنا) فِعْلِ اَنْبِیَاء و مرسلین (پیغمبروں کا عمل) اور سیرتِ سلفِ صالحین (نیک بزرگوں کی روش) ہے۔ یہ تو سُل حضور اقدس ﷺ کی ولادتِ شریف سے پہلے، ولادت کے بعد، عالمِ برزخ (وفات کے بعد کادرِ میانی عالم) میں اور عَرَصاتِ قِیَامَت (قیامت کے میدان) میں ثابت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی سنت

مندرجہ ذیل حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی (روایت شدہ) ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لعْزَش (خطائے اجتہادی جو کہ گناہ نہیں) سرزد ہوئی تو انہوں نے دعا کی: **يَا رَبِّ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّا عَفَرْتَ لِي**⁽⁴²⁾ یعنی اے میرے رب! میں تجھ سے محمد ﷺ کے حق کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے ابھی ان کو پیدا نہیں کیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: جب تو نے مجھے پیدا کیا اور مجھ میں رُوح (جان) پھونکی تو میں نے عرش پر لکھا دیکھا: **لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهُ**⁽⁴³⁾ میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کو ذکر کیا ہے جو تیرے نزدیک اَحَبُّ الْخَلْق (سب سے زیادہ محبوب مخلوق) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا۔ چونکہ تم نے ان کے وسیلہ سے دعا مانگی ہے میں نے تم کو معاف کر دیا۔ اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ (حاکم و طبرانی)

41 (وضاحت: یعنی اصل دعا اللہ سے ہوتی ہے مگر نبی ﷺ کو دعا کے وسیلہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے) (ط۔ ضیائی)

42 (المستدرک علی الصحیحین، ومن کتاب آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم التي فی دلائل النبوة، استغفار آدم علیہ السلام بحق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 3/ 517، الحدیث: 4286، دار المعرفۃ، سنة النشر: 1418ھ / 1998م)

43 (المستدرک علی الصحیحین، ومن کتاب آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم التي فی دلائل النبوة، استغفار آدم علیہ السلام بحق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 3/ 517، الحدیث: 4286، دار المعرفۃ، سنة النشر: 1418ھ / 1998م)

فائدہ: یہ حدیث جید (عمدہ) سند کے ساتھ موجود ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "الوسیلہ" میں۔

وسیلہ کے طرق اہل حق

حضرت محمد ﷺ کی بعثت (بھیج جانے) سے پہلے یہود اپنے دشمنوں پر فتح (غلبہ، کامیابی) کے لیے دعائیں حضور انور ﷺ کو وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ قرآن کریم میں وارد ہے: **وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا** (پارہ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۸۹) یعنی وہ اس سے پہلے کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے۔

حافظ ابو نعیم نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے یہود بنی قریظہ و بنی نضیر پر فتح کی دعا میں یوں کہتے تھے: **اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَنْصِرُكَ بِحَقِّ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ إِلَّا نَصَرْتَنَا عَلَيْهِمْ** (44)

یعنی خدایا! ہم تجھ سے نصرت (بوسیدہ) نبی امی ﷺ دعا کرتے ہیں کہ تو ہمیں ان پر فتح دے۔

سوال: حضور سرور عالم ﷺ نے جس درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت لی، وہ بہت عظیم مرتبہ والا درخت ہے جسے شجرہ رضوان کہا جاتا ہے۔ نبی پاک ﷺ کی نسبت کی وجہ سے لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مقدس درخت کو کٹوا دیا تاکہ لوگ گمراہ نہ ہوں۔ جب اتنے مقدس درخت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کٹوا دیا تو پھر اولیاء کے مزارات اس درخت کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ لہذا ضروری ہے کہ مزارات کو بھی گرا دیا جائے، بلکہ ان کی زیارت کے لیے سفر کرنا بھی درست نہیں۔

جواب (۱): یہ دراصل مخالفین کا سب سے بڑا دھوکہ اور فریب ہے کہ وہ اصل مقصد کو چھوڑ کر ایک معمولی بات سے غلط نتیجہ نکال لیتے ہیں۔ انہوں نے صرف یہ دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درخت کو کٹوا دیا، لیکن یہ تحقیق نہیں کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصلی درخت نہیں بلکہ ایک نقلی درخت کو کٹوا دیا تھا۔ لوگوں کو غلط فہمی ہو گئی تھی کہ یہی وہ اصل شجرہ رضوان ہے۔ حالانکہ صحیح بخاری میں واضح طور پر بیان ہے کہ اصل شجرہ رضوان (بیعت رضوان کا درخت) دنیا سے مخفی (پوشیدہ) کر دیا گیا تھا۔

اس بارے میں بخاری شریف اور دیگر شروح و تفاسیر ملاحظہ ہوں:

(1) صحیح بخاری میں حضرت سعید بن المسیب (جو کبار تابعین سے ہیں) اپنے والد سے، جو بیعت الرضوان میں شریک تھے، روایت کرتے ہیں کہ جب ہم سالِ آئندہ یہاں آئے تو ہم حدیبیہ کے مقام کو نہ پہچان سکے۔ (45)

فائدہ: اس زمانہ میں مکہ مکرمہ پہنچنے کا مدینہ منورہ سے یہی راستہ تھا؛ یعنی حدیبیہ ہو کر مکہ معظمہ میں پہنچتے تھے، اور آج کل حدیبیہ کا مقام سیدھے ہاتھ کی طرف رہ جاتا ہے۔

(44) (الدر المنثور، تفسیر سورۃ البقرہ، تفسیر قوله تعالى وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا، 517/3، الحديث: 4286، دار المعرفة، سنة النشر: 1418ھ / 1998م)

(45) (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية، 1529/4، الحديث: 3931، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414ھ / 1993م)

(2) طارق بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ جب ہم اُدھر سے گزرے تو ہم نے کچھ لوگوں کو ایک مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ پس میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے اور یہ مسجد یہاں کیسی بنائی گئی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ موضعِ شجرہ (درخت کا مقام) ہے۔ اس مقام پر اصحابِ رسول ﷺ نے درخت کے نیچے سرورِ عالم ﷺ سے بیعت کی تھی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ** (پارہ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۱۸)

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہو گیا ان ایمان والوں سے جنہوں نے آپ سے، اے رسول بیعت کی درخت کے نیچے۔

لوگوں نے یہاں مسجد بنالی ہے، جس طرح تمام مدینہ منورہ اور اس کے راستوں میں تمام مصطفوی آثار (رسول اکرم ﷺ سے منسوب مقامات) پر مسجد بنا کر ان کو محفوظ کر لیا ہے، اور ان مقامات پر نماز ادا کرتے اور برکت حاصل کرتے ہیں۔

طارق بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں مدینہ منورہ لوٹ کر آیا اور سعید بن المسیب کو یہ واقعہ بتایا۔ حضرت سعید نے فرمایا کہ میرے والد نے مجھ سے فرمایا کہ وہ ان لوگوں میں شریک تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی، لیکن جب ہم آئندہ سال مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آئے اور اس مقام پر پہنچے تو خاص اس مقام کو، جہاں درخت موجود تھا، نہ ڈھونڈ سکے۔ حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا: حیرت ہے کہ اصحابِ رسول ﷺ اس جگہ کو نہ پا سکے اور تم کو وہ جگہ مل گئی! گویا تم اصحابِ رسول ﷺ سے زیادہ دانشمند (عقلند) ہو، حالانکہ ان حضرات کا علم اور ان کی معرفت تم سے کہیں بڑھ کر تھی۔

شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت سعید کا یہ قول حقیقت پر مبنی نہیں سمجھنا چاہیے کہ اصحابِ رسول ﷺ سے علم و معرفت میں بڑھ کر کون ہو سکتا ہے؛ بلکہ ان کا مدعا (دعویٰ) یہ ہے کہ لوگوں نے محض گمان (اندازہ) سے کسی جگہ کو حدیبیہ کے نام سے متعین و مخصوص کر دیا ہوگا، ورنہ حقیقی تعین کوئی شخص نہیں کر سکا۔

جواب (۲): **وَرَوَى الْإِمَامُ النَّسْفِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي التَّيْسِيرِ أَنَّهَا عَمِيَتْ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِ فَلَمْ يَدْرُوا أَيْنَ ذَهَبَتْ - (46)**

((روح البیان، جلد ۹، صفحہ ۳۴))

ترجمہ: وہ درخت پوشیدہ (غائب) ہو گیا، کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گیا۔

جواب (۳): صاحبِ روح البیان قدس سرہ نے فرمایا:

يَقُولُ الْفَقِيرُ: يُمَكِّنُ التَّوْفِيقُ بَيْنَ الرَّوَايَتَيْنِ بِأَنَّهُمْ لَمَّا عَمِيَتْ عَلَيْهِمْ ذَهَبُوا يُصَلُّونَ تَحْتَ شَجَرَةٍ عَلَى ظَنِّ أَنَّهَا هِيَ شَجَرَةُ الْبَيْعَةِ،

فَأَمَرَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِقَطْعِهَا (47) (روح البیان، جلد ۹، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: فقیر (صاحبِ روح البیان رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں مطابقت یہ ہے کہ جب وہ درخت ان سے گم ہو گیا تو لوگ صرف اپنے گمان (اندازے) پر جا کر

کسی ایک درخت کے نیچے نماز پڑھتے اور سمجھتے کہ یہی وہ درخت ہوگا۔ اسی (جہلی) درخت کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کاٹنے کا حکم فرمایا۔

(46) (روح البیان، الفتح: 18، 34/9، دار الفکر - بیروت)

(47) (روح البیان، الفتح: 18، 34/9، دار الفکر - بیروت)

دیوبندیوں وہابیوں کے خدشوں اور غلطیوں کا صدیوں پہلے قلع قمع

دورِ حاضرہ میں دیوبندی، وہابی بالخصوص اہل سنت کے بہت سے معمولات میں ایسے غلط خدشات (شبہات، اندیشے) اٹھاتے ہیں جن سے ایک مسلمان کا دل بل جاتا ہے، اور وہ سمجھتا ہے شاید ان معمولات میں واقعی کوئی دین کو نقصان پہنچے گا۔ حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ کی طرف سے صاحبِ رُوح البیان قدس سرہ ان خدشات کا قلع قمع (خاتمہ، رد) کرتے ہیں، چنانچہ لکھا کہ:

وَفِي كَشْفِ النُّورِ لِابْنِ النَّابُلْسِيِّ: أَمَّا قَوْلُ بَعْضِ الْمُغْرُورِينَ بِأَنَّنَا نَخَافُ عَلَى الْعَامَّةِ إِذَا اعْتَقَدُوا وَلِيًّا مِنَ الْأَوْلِيَاءِ وَعَظَّمُوا قَبْرَهُ وَلَتَمَسُّوا الْبَرَكَهَ وَالْمُعُونَةَ مِنْهُ أَنْ يُدْرِكَهُمْ اعْتِقَادُ أَنَّ الْأَوْلِيَاءَ تُؤَثِّرُ فِي الْوُجُودِ مَعَ اللَّهِ فَيَكْفُرُونَ وَيُشْرِكُونَ بِاللَّهِ تَعَالَى، فَتَنْهَاهُمْ عَنْ ذَلِكَ وَنَهْدُهُمْ قُبُورَ الْأَوْلِيَاءِ وَنَرْفَعُ الْبَنَائَاتِ الْمَوْضُوعَةَ عَلَيْهَا وَنَزِيلُ السُّتُورِ عَنْهَا وَنَجْعَلُ الْإِهَانَةَ لِلْأَوْلِيَاءِ ظَاهِرَةً حَتَّى تَعْلَمَ الْعَامَّةُ الْجَهْلَاءُ أَنَّ هَؤُلَاءِ الْأَوْلِيَاءَ لَوْ كَانُوا مُؤَثِّرِينَ فِي الْوُجُودِ مَعَ اللَّهِ تَعَالَى لَدَفَعُوا عَنْ أَنْفُسِهِمْ هَذِهِ الْإِهَانَةَ الَّتِي نَفَعَلُهَا مَعَهُمْ، فَاعْلَمْ أَنَّ هَذَا الصَّنِيعَ كُفْرٌ صَرَّاحٌ مَأْخُودٌ مِنْ قَوْلِ فِرْعَوْنَ عَلَى مَا حَكَاهُ اللَّهُ تَعَالَى لَنَا فِي كِتَابِهِ الْقَدِيمِ: وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذُونِي اقْتُلْ مُوسَى وَلْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ، وَكَيْفَ يَجُوزُ هَذَا الصَّنِيعُ مِنْ أَجْلِ الْأَمْرِ الْمُؤْهِمِ وَهُوَ خَوْفُ الضَّلَالِ (48) (روح البیان، جلد ۹، صفحہ ۳۴، ۳۵)

ترجمہ: كَشْفُ النُّورِ لِابْنِ النَّابُلْسِيِّ میں ہے کہ بہر حال بعض دھوکہ سازوں کا کہنا کہ ہم کو خوف (ڈر) ہے کہ عوام (عام لوگ) جب کسی کو ولی اللہ اعتقاد کرتے ہیں تو اس کی قبر (مزار) کی تعظیم (احترام) کرتے اور اس سے برکت و مدد چاہتے ہیں، انہیں یہ اعتقاد (عقیدہ) اس طرف نہ لے جائے کہ (معاذ اللہ) یہ لوگ خدا ہیں۔ اس طرح سے وہ کافر و مشرک (شرک کرنے والے) ہو جائیں گے۔ اسی لئے ہم انہیں روکتے اور اولیاء کی قبور کو اور ان کے وہ قبے (قبروں پر بنائی گئی عمارت) تھے جو ان پر بناتے ہیں کو توڑتے اور ان کے غلاف قبور سے ہٹاتے ہیں، بلکہ ان کی اہانت (بے ادبی) و تحقیر (ذلت) بظاہر کرتے ہیں، تاکہ عوام جہاں (تمام لوگوں) کو معلوم ہو کہ یہ اولیا اگر مؤثر ہوتے وہ ہماری ان حرکتوں (افعال) کو روکتے۔ تو ان بد بختوں (بد نصیب لوگوں) کے رد (ابطال) میں یقین کر لو کہ ان کا یہ کام کفرِ خالص اور فرعون کے اس عقیدہ سے ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کا عقیدہ بتایا کہ وہ کہتا: مجھے چھوڑو، میں موسیٰ کو قتل کرتا ہوں، وہ اپنے خدا کو بلائے؛ مجھے خطرہ ہے کہ وہ تمہارا دین بدل دے گا اور زمین میں فساد (خرابی) ڈال دے گا۔ ان بے وقوفوں کو سمجھاؤ کہ وہ اس وہمی تصور (غلط خیال) سے اولیاء کی توہین (بے ادبی) کیوں کیا کرتے ہیں۔ تمہارا یہ فعل (کام) گمراہی (ضلالت) نہیں؟

جواب (۳): صاحبِ رُوح البیان نے وہابیہ کے وہم (غلط گمان) کو صدیوں پہلے اُڑا دیا، چنانچہ فرمایا کہ:

وَيَقُولُ الْفَقِيرُ: وَالتَّوْفِيقُ بَيْنَ هَذَا وَبَيْنَ مَا فَعَلَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ الَّذِي يَصِحُّ هُوَ اتِّبَاعُ الظَّنِّ لَا الْوَهْمِ (49)

(رُوح البیان، صفحہ ۳۵، جلد ۹، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: فقیر کہتا ہے کہ ان دونوں قولوں میں تطبیق (موافقت) یہ ہے کہ (تَبَاعِ ظَنِّ) (غالب گمان کی پیروی) پر بھی جائز ہے، نہ کہ وہم (گمان) اور یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس کو کاٹا تھا وہ ظَنِّ نہیں بلکہ وہم تھا، کیونکہ اصلی درخت تو نہیں تھا۔

لطیفہ: جعلی شجرہ رضوان کی تعظیم اور تبرک حاصل کرنے والے مسلمان تھے؛ یہودی یا نصرانی نہیں تھے۔ بلکہ وہ مسلمان صحابہ تھے یا تابعین (رضی اللہ عنہم)۔ اس سے واضح ہوا کہ مقدس اشیاء کی تعظیم اور ان سے تبرک حاصل کرنا صحابہ و تابعین کا عمل ہے۔ ہاں، اگر غلط فہمی ہو جائے تو اس کا ازالہ ضروری ہے۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جعلی درخت کو کاٹنے کا حکم دیا۔ بلکہ ہمارا فتویٰ یہ ہے کہ جعلی پیر کو بھی سخت سزا دینی لازم ہے، کیونکہ یہی وہ بات ہے جسے مولانا رومی قدس سرہ نے فرمایا

کارِ شیطان می کند نامش ولی گرا اینست ولی لعنت بر ولی

ترجمہ: کام تو شیطان والا کرتا ہے مگر نام ولی رکھتا ہے۔ اگر یہی ولی ہے تو ایسے شیطانی ولی پر لعنت ہو۔
نوٹ: اس کی تفصیل کے لیے فقیر کی تصنیف "عجائب المزارات" کا مطالعہ کیجیے۔

سوال: اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے، اس کی رحمت ہر جگہ ہے؛ پھر کیوں اولیاء کے مزارات پر لوگ سفر کر کے جاتے ہیں؟

جواب: اولیاء اللہ رب تعالیٰ کی رحمت کے دروازے ہیں، اور رحمت دروازوں ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ ریل اپنی پوری لائن سے گزرتی ہے مگر اس کو حاصل کرنے کے لیے اسٹیشن پر جانا ہوتا ہے۔ اگر اور جگہ لائن کھڑے ہو گئے تو ریل گزرے گی مگر تم کو نہ ملے گی۔ آج دنیوی مقاصد، نوکری، تجارت وغیرہ کے لیے سفر کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ رزق اللہ ہر جگہ دیتا ہے۔ اسی طرح بیمار لوگ طبیب (ڈاکٹر) کے پاس سفر کر کے کیوں آتے ہیں؟ حالانکہ اللہ شافی الامراض (بیماریوں سے شفا دینے والا) ہے اور ہر جگہ موجود ہے۔ آب و ہوا بدلنے کے لئے پہاڑوں یا کشمیر کا سفر کیوں کرتے ہو؟ کیونکہ وہاں کی آب و ہوا صحت کے لیے مفید سمجھی جاتی ہے۔ تو کیا اولیاء اللہ کے مقامات کی آب و ہوا ایمان کے لیے مفید نہیں ہو سکتی؟ رب عز و جل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس کیوں بھیجا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ انہیں سب کچھ دے سکتا تھا۔ قرآن کریم میں ہے:

ترجمہ: وہاں حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا مانگی۔

هٰذَا لَكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ (پارہ ۳، سورۃ آل عمران، آیت ۳۸)

معلوم ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس کھڑے ہو کر بچے کے لیے دعا کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولی کے پاس دعا کرنا باعث قبولیت ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ قبور اولیاء کے پاس دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔⁽⁵⁰⁾
جیسا کہ فقیر نے "الاستمداد باہل الامداد" میں تفصیل سے لکھا ہے۔

فَقَطُّ، وَالسَّلَامُ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور۔ پاکستان ۱۳ ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ